OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Print): 2710-2475
ISSN (online): 2710-3692
www.alsharqjr.com

Al-SHARQ
Vol.: 02, Issue: 01, Jan-June 2021, PP: 28 - 43

حضور پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد پیش آمدہ ارھاصات و مبشرات اور ان کی حکمتیں

Irhaasaat & Mubashirat and their Mysteries Ofter the Birth of Holy Prophet (PBUH)

Khawaja Awais Ahmed
Lecturer, Higher Education Department AJ&K
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra

Muhammad Dawood Khan
M.Phil Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra

Abstract

Seerah books usually start with the illustration of the beginning, geographical and changing circumstances and conditions of Arabia over time. In this context, the scenarios and events before and after the birth of Holy Prophet (PBUH) are used to mention in detail. Many articles are mentioned in this regard, which are related to irhaasaat and Mubashirat.This is concerted fact that the resurrection of the Holy Prophet (PBUH) is a great event. It is such a grand event that the history for future would be incomplete without mentioning this event and the affairs related to it. The revival of a leader to bring humanity out of the pit of humiliation was the fortune for the world and its people. Holy Prophet PBUH not only showed the righteous path to strayed humanity but also effected the geographical and social affairs deeply. In this regard Allah ta'ala started showing good signs of the arrival of Holy Prophet (PBUH). These events appearing as greetings contained many wisdoms for the people of that time in particular and for descendants in general, the knowledge of which is necessary to get benefited from the Prophet's prophecy. In this article after the literal and terminological introduction of the Irhaasaat and Mubashirat happened Ofter the birth of the Holy Prophet (PBUH) and their wisdoms are mentioned.

***Keywords**: Irhaasaat, Mubashirat, Mysteries, Prophethood, Seerah*

CC BY

تمہید:

اللہ تعالیٰ کائنات میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی سے پہلے عقل والوں کے لیے کچھ علامات ظاہر فرما دیتے ہیں۔جب حضور پاک ﷺ کے نبی بنائے جانے کا وقت قریب آیا تو عقل والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی ایسے اشارات چھوڑے ہیں جن سے وہ آپ کی نبوت اور بعثت کی اطلاع پا سکیں تاکہ ان کے ایمان لانے کے راستے ہموار ہو سکیں۔

شرّاح حدیث اور دیگر سیرت لکھنے والے ان اشارات وعلامات کو مبشرات نبوت یا ارھاصات کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ان ارھاصات کا تعلق آپ ﷺ کے نبی بنائے جانے سے قبل کے ان حالات وواقعات سے ہے جو غیر معمولی طور پر رونما ہوئے اور آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل بن گئے۔ان واقعات کا مقصد یہ تھا کہ سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک عالی مرتبہ شخصیت کے بطور نبی مبعوث ہونے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔اس اجمالی مقصد کے علاوہ ہر ایک اِرھاص کی کیا خاص حکمت تھی؟ یہ ایک تفصیل طلب امر ہے۔

آپ ﷺ کے نبی بنائے جانے کی یہ نشانیاں وارھاصات کتب حدیث وسیرت میں بکھری ہوئی ہیں جو اپنے اندر بہت سی حکمتوں کو سموئے ہوئے ہیں۔ان حکمتوں کا جاننا علوم نبوت سے استفادہ کرنے والوں کے لیے کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔

آئندہ صفحات پر انہیں ارھاصات و مبشرات کا تعارف اور آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے بعد سے لے کر بعثت تک پیش آنے والے ارھاصات اور ان کی حکمتوں کا تذکرہ ہے۔ولادت سے قبل کے ارھاصات کو بوجہ طوالت ذکر نہیں کیا جا رہا نیز مقالہ ھذا میں واقعات کی استنادی حیثیت کی وضاحت سے بوجہ طوالت تعرض نہیں کیا گیا۔مختلف سیرت نگاروں کی طرف سے ارھاصات کی صراحتاً بیان کردہ حکمتوں کو بالخصوص ذکر کیا جائے گا اور جہاں کہیں صراحتاً کوئی وضاحت میسر نہ ہو وہاں پر استنباط کا اسلوب اختیار کیا جائے گا۔

لغوی معنیٰ اِرھاص:۔

"اِرھاص" مادہ "ر،ہ،ص" سے باب افعال کا مصدر ہے۔یہ لغت میں اثبات کے معنیٰ میں آتا ہے۔کہا جاتا ہے: "أَرْهَصَ الشَّيءَ، إِذَا أَثْبَتَه و أَسَّسَه"۔ "ارھاص النبوّۃ" کا لفظ اسی فعل سے ہے[1] اور لغوی معنیٰ کے ساتھ اس کی مناسبت بھی پائی جاتی ہے کہ ارھاصات نبوت کا بنیادی مقصد بھی اثبات وتاسیسِ نبوت ہے۔

اِرھاص کے اصطلاحی معنیٰ:۔

"هو ما يصدر من النبی قبلَ النبوة مِنْ أمرٍ خارقٍ للعادة، قيل إنها مِنْ قبيلِ الكراماتِ، فَإِنَّ الأنبياءَ قبلَ النبوة لا يقصرون عن درجة الأولياء"[2]

" "ارھاص" (وہ امر) جو نبوت سے پہلے نبی سے خلاف عادت صادر ہو،ایک قول یہ بھی ہے کہ ارھاصات کا تعلق کرامات سے ہے کیوں کوئی بھی نبی نبوت ملنے سے پہلے بھی کسی ولی سے کم درجہ تو نہیں ہوتا۔"

"شرعاً قسم من الخوارق، وهو الخارق الذی يظهر من النبی قبل البعثة، سمّی به لإن الارهاص فی اللغة بناءُ البيت، فكأنه بناء بيت إثبات النبوة"[3]

"ارھاص" شریعت میں خوارق (خلاف عادت امور جو منجانب اللہ ظاہر ہوتے ہیں خواہ کسی نبی کے ہاتھ پر یا کسی ولی کے ہاتھ پر) میں سے ہیں۔وہ ایسی خلاف عادت چیز کو کہتے ہیں جو بعثت سے پہلے نبی سے ظاہر ہوتی ہے۔ان امور کو اِرھاص کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیوں کہ اِرھاص لغت میں مکان بنانے کو کہتے ہیں، پس گویا کہ اِرھاص نبوت کو ثابت کرنے کے مکان کی بنیاد ہے۔"

مبشرات کے لغوی معنی:

مبشرات مادہ (ب، ش، ر) باب تفعیل سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے۔ب، ش، ر کا مادہ لغت میں مندرجہ ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ا۔ البَشْرُ بفتح الباء وسکون الشین بمعنی قشر چھلکا استعمال ہوتا ہے۔اسی معنی میں باب نصر سے چھلکا اتارنے کے معنی دیتا ہے۔

۲۔ باب نصر سے ہی خوشخبری کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ باب افعال اور تفعیل سے خوشخبری دینے کے متعدی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن پاک میں آتا ہے "أَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ" اور جب باب استفعال میں لے جائیں تو استبشار خوش ہونے کے معنی میں آتا ہے۔جیسے قرآن حمید میں ہے "وَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمْ الَّذِى بَايَعْتُمْ بِه"[4]

لفظ مبشرات کے اصطلاحی معانی:

مبشرات عربی میں ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو بادلوں کو لے کے چلتی ہیں اور بارش کی خوشخبری سناتی ہیں۔قرآن پاک میں بھی مبشرات کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔"وَمِنْ آيَاته أَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ"[5]۔اگرچہ یہاں مبشرات کے معنی ہوائیں ہے مگر لغوی معنی ملحوظ ہے یعنی خوشخبری دینے والی ہوائیں۔[6]

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں مبشرات کا لفظ ایک اور معنی کے لیے استعمال ہوا ہے مشہور روایت ہے:

"أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعتُ رسولَ الله ﷺ يقولُ : لَمْ يبق من النبوة إلا المبشرات. قالوا وما المبشرات ؟ قال" الرؤيا الصالحة"[7]

اس روایت میں مبشرات عام امتیوں کو دکھائی دیے جانے والے خوابوں کو کہا گیا ہے۔[8] یہاں بھی لغوی معنی بایں طور ملحوظ ہے کہ غیر نبی کو جب سچا خواب دکھایا جاتا ہے تو گویا وہ اس کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ اسے نبوت کے اجزاء میں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔

مبشرات وارھاصات میں فرق اور مترادفات:

لغوی و اصطلاحی معنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مبشرات رسالت محمدی ﷺ کی وہ خوشخبریاں ہیں جو پہلے انبیاء یا ان کے متبعین میں سے کسی کی زبان سے جاری ہوئے جب کہ ارھاصات بعثت محمدی سے پہلے رونما ہونے والے وہ واقعات ہیں جو نبوت محمدی ﷺ کی طرف مشیر ہوتے ہیں۔اکثر مبشرات وارھاصات کے الفاظ باہم ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ان دو اصطلاحات کے لیے مقدماتِ بعثت، نبواتِ رسالت اور بشارات وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ولادت کے وقت حضرت آمنہ کے ساتھ پیش آمدہ حالات:

حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ حمل میں آئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی:

"تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو، جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا ''أُعِيْذُهٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ'' (میں ہر حسد کرنے والے سے اکیلے (اللہ) کی پناہ مانگتی ہوں) اور ان کا نام محمد ﷺ رکھنا۔"

حمل کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس میں انہیں شام کے شہر بصری کے محل نظر آئے۔[9]

فائدہ: یہ نور نظر آنا اس کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح انہیں نظر آیا۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں حضرت آمنہ کا یہ نور دیکھنا اس بات کا اشارہ تھا کہ ان بلاد پر ان کے بیٹے حضور ﷺ کو فتح نصیب ہو گی جیسا کہ بنوامیہ کے دور میں ہوئی اور یہ علاقے ان کے نور سے منور ہو گئے۔[10]

حضور پاک ﷺ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل آپ ﷺ سے زیادہ تیز اور آسان نہیں دیکھا۔

یعنی کوئی حمل حضور ﷺ کے برابر تیز اور آسان نہ تھا۔ تیز کا مطلب یہ ہے کہ مشکل نہ تھا اور آسان کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف، متلی، سستی یا بھوک نہ لگنے کی شکایت وغیرہ نہیں تھیں۔

حمل کے وقت حضرت آمنہ کو کچھ بوجھ محسوس ہوا جس کی شکایت انہوں نے عورتوں سے کی۔ یہ بوجھ حمل کی ابتداء میں تھا۔ پھر مکمل آسانی رہی۔ بہر حال یہ حمل عام حالت سے ہٹ کر تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں:

"جب آپ ﷺ میرے پیٹ سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ زمین پر آئے، اس حال میں کہ آپ نے دونوں ہاتھوں پر سہارا لیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے خاک سے مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔"

فتح الباری میں ہے کہ آپ ﷺ نے ولادت کے ابتدائی زمانے میں کلام فرمایا۔

اب کچھ روایات وہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں اہل کتاب سے آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر مروی ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

"میں سات آٹھ سال کا تھا اور سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے اچانک چلانا شروع کیا: اے یہودیو! سب یہودی جمع ہو گئے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لوگوں نے کہا: تجھ کو کیا ہوا؟ کہنے لگا: آج شب احمد (ﷺ) کا وہ ستارہ طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے۔" (رواہ البیہقی و ابو نعیم والمواہب)

محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں:

"میں نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے پوتے حضرت سعید سے پوچھا: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو

حضرت حسان بن ثابتؓ کی عمر کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا: ساٹھ سال تھی۔ اور حضور ﷺ ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حضرت حسان بن ثابتؓ (حضور ﷺ سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے اور انہوں) نے یہودی کا یہ مقولہ سات سال کی عمر میں سنا۔"[11]

ولادت مبارکہ کے وقت عمومی ارھاصات:

آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ہر کاہن کا اپنے مؤکل جن سے رابطہ منقطع ہو گیا اور کاہنوں سے ان کا علم چھین لیا گیا، دنیا بھر کے بادشاہ اس دن کے لیے گونگے ہو گئے اور ان کے تخت الٹے ہو گئے، مشرق کے وحشی جانور مغرب کے جانوروں کو خوشخبریاں دینے لگے اسی طرح سمندری مخلوق بھی ایک دوسرے کو خوشخبریاں سنانے لگی۔ مہینوں زمین و آسمان میں آپ ﷺ کے قدوم مبارک کے شادیانے گونجتے رہے کہ ابو القاسم کی آمد آمد ہے۔ اس دن اللہ پاک نے آسمان اور جنتوں کے دروازے کھول دیے تھے۔[12]

آمد رسول کے لیے انتظامات آپ ﷺ کے آباء واجداد کے دور سے ہو رہے تھے۔ عین ظہور کے وقت ان سے بڑھ کر حالات کا پیش آنا عین قیاس تھا۔ بوقت ولادت پیش آمدہ مذکورہ جملہ امور میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ استقبال کرنے والوں پر واضح کر دیا جائے کہ جس نور کی آمد کی تیاری تھی وہ یہی نور مجسم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جو امانت چلی تھی حضرت آمنہ کا بطن اطہر اس کا آخری پڑاؤ تھا، تو کیسے ممکن تھا کہ اس کا کچھ حظ اس مطہرہ (والدہ) کو عطا نہ ہوتا۔ رب تعالی نے مشرق و مغرب پر اپنے حبیب کی آمد کو آشکارا کیا کہ ظلم کی اندھیریوں کا خاتمہ کرنے والا اب دنیا میں آ گیا ہے۔

کعبہ میں بتوں کا سرنگوں ہونا:

کعب احبار روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ولادت کی رات دنیا بھر کے بت اوندھے ہو گئے اور بظاہر قدیم کتابوں میں یہ آپ ﷺ کی والدہ کے حمل ٹھہرنے کی علامت بھی لکھا گیا ہے۔[13]

حضرت عبدالمطلب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس رات کعبہ میں تھا تو میں نے بتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ سے گر گئے ہیں اور سجدہ ریز ہیں۔ اور میں نے کعبہ کی دیوار سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا "مصطفیٰ و مختار کی ولادت ہو گئی ہے جن کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے، عبادت الاصنام کی گندگی دفع ہو گی اور وہ بادشاہ و برتر کی عبادت کی تلقین کریں گے۔[14]

مختون پیدا ہونا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری کرامت ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میرے ستر کو نہیں دیکھا"

حاکم نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے مختون پیدا ہونے کی روایات متواتر ہیں جبکہ ذھبی لکھتے ہیں کہ ان روایات کی توصحت پر بھی کلام ہے ان کا متواتر ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے مگر ان کو جواب دیا گیا کہ یہاں تواتر سے اس امر کا مشہور ہونا مراد ہے نہ کہ اصطلاحی تواتر کیوں کہ اس بارے میں کثیر روایات مروی ہیں۔

بہر حال حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس بات کو بعض لوگوں نے ضعیف کہا اور بعض نے حسن۔ شیخ جمال الدین بن طلحہ نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے اور وہ روایات جمع کی ہیں جن میں آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کو عرب کی عادت کے مطابق ختنہ کیا گیا اور بعض نے کہا کہ فرشتوں نے شقِ صدر اول کے وقت

آپ ﷺ کا ختنہ کیا۔ جبکہ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الصغری میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔[15]

ولادتِ مبارکہ کی رات قصر کسریٰ اور فارس کے عبادت خانوں کا حال:

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایران کے شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں کا محل ہلنے لگا اور اس میں شگاف پڑ گئے۔ نوشیرواں کا یہ محل نہایت مضبوط تھا۔ بڑے بڑے پتھروں اور چونے سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس واقعے سے پوری سلطنت میں دہشت پھیل گئی۔ شگاف پڑنے سے خوفناک آواز بھی نکلی تھی۔ محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر نیچے آگرے تھے۔

اسی طرح آپ کی پیدائش پر ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ فارس کے تمام آتش کدوں کی وہ آگ بجھ گئی جس کی وہ لوگ پوجا کرتے تھے اور اس کو بجھنے نہیں دیتے تھے، لیکن اس رات میں ایک ہی وقت میں تمام کے تمام آتش کدوں کی آگ آناً فاناً بجھ گئی۔ آگ کے پوجنے والوں میں رونا پیٹنا مچ گیا۔

اسی اثناء میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ موبذان جو کہ فارسیوں کا مذہبی پیشوا تھا اس نے خواب دیکھا کہ بہت سے سرکش اونٹوں کو عربی گھوڑے ہنکا کر لے جارہے ہیں اور انھوں نے دجلہ کو بھی روک دیا ہے اور وہ ان کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں۔

کسریٰ کو یہ تمام اطلاعات ملیں تو وہ بہت فکر مند ہوا کہ اس کی بادشاہت میں کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ اس نے ایک کاہن کو بلایا۔ اس نے اپنے محل میں شگاف پڑنے اور آتش کدوں کی آگ بجھنے اور موبذان کے خواب دیکھنے کے واقعات اسے سنا کر پوچھا''کہ آخر کار ایسا کیوں ہورہا ہے؟''وہ کاہن خود تو کوئی جواب نہ دے پایا البتہ اس نے سطیح نامی اپنے ماموں کے حوالے سے بتایا کہ وہ اس کا جواب بتا سکتا ہے۔ نوشیروان نے اسے حکم دیا کہ تم جا کر سطیح سے ان سوالوں کے جواب معلوم کرکے آؤ۔ کاہن جب اپنے ماموں سطیح کے پاس گیا اور اسے تمام ماجرا سنایا تو اس نے کہا: ''اس کا مطلب ہے کہ ایک عصا والے نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کا غلبہ عرب اور شام میں ہو جائے گا اور تمہارے بادشاہ اب ان چودہ کنگروں کے برابر ہی آسکیں گے۔ اور ان کے بعد اس نبی کی ہی حکومت ہوگی۔ اور جو ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔''

کاہن نے جب آکر یہ جواب کسریٰ کو بتایا، اس اثناء میں کسریٰ دیگر کاہنوں سے بھی معلومات لے چکا تھا۔ وہ یہ جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور کہنے لگا کہ: تب تو وہ وقت آنے میں دیر لگے گی (یعنی ان کا غلبہ میرے بعد ہی ہوگا)۔[16]

یہودی کی بوکھلاہٹ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی تاجر مکہ آیا ہوا تھا۔ جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے اس نے کہا: اے قریش! کیا آج تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ یہودی کہنے لگا: دیکھو! آج کی رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی (یعنی مہر نبوت) ہے۔ نیز اس نے یہ بھی بتایا کہ: وہ بچہ دو دن تک دودھ نہیں پیئے گا کیوں کہ ایک جن اس کے منہ میں انگلی ڈال کر اسے روکے گا۔ چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کی تو خبر ملی: عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس پر وہ یہودی بھی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے آپ ﷺ کو اس یہودی کے سامنے کر دیا تو یہودی وہ نشانی دیکھ کر بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی۔ قریشیو! سن لو واللہ! تم پر یہ ایسے غالب ہوں گے کہ مشرق اور مغرب میں ان کی شہرت پھیل جائے

گی۔[17]

ان واقعات میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و فارس کو آگاہ کر دیا کہ اب تمہاری حکمرانی کے دن گنے جا چکے ہیں تمہاری خیر اسی میں ہے کہ تم اس ہدایت سے مستفید ہو جاؤ۔

شاہ حبشہ کی عبد المطلب سے ملاقات:

عفیر بن زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت ہے کہ جب سیف بن ذی یزن کا تسلط حبشہ پر ہوا (یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد ہوا تھا) تو عرب کے وفود اسے مبارک باد دینے آئے جن میں قریش کے وفد کے سربراہ حضرت عبد المطلب بھی تھے، ان سے سیف نے کہا: "اے عبد المطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے جو اس کے وجود کا تعلق ہے مگر میرا بیان اس شرط پر ہو گا کہ آپ اسے بدون حکم خداوندی کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔اس میں کچھ لوگوں کے لیے خیر اور کچھ کے لیے خطرہ ہے۔اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے۔" حضرت عبد المطلب نے پوچھا: "ایسی کون سی بات ہے؟" سیف نے کہا: "اس زمانہ میں تہامہ کی سرزمین پر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک دائرہ ہے، اس فرزند جلیل کو شرفِ امانت وہدایت حاصل ہے اور تم سب اور ساری نوعِ انسانی کے لیے اس کی پیشوائی اور ہدایات قیامت تک کے لیے مخصوص ہے۔اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس کو پیدا ہونا ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے، نام اس کا محمد ہے۔اس کے والدین فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور اس کے چچا کفالت کریں گے، اس کا حکم غالب ہو کر رہے گا اور ہم میں سے اس کے لیے مددگار پیدا ہوں گے۔ اس کے ذریعہ دشمن دوست بنیں گے اور سچائی کے مخالفوں کو ذلیل و خوار کریں گے، ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہوں گے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور طاغوت کی قوت اور سرکشی کو توڑ دیں گے۔ آتش کدے سرد اور بت کدے تباہ ہوں گے، اس کے عدل وانصاف کا انعام اپنے اور بےگانے سب کو یکساں ملے گا۔

اے عبد المطلب! تم اس کے دادا ہو یہ بات جھوٹ نہیں ہے، تم ایک خوش قسمت پیر و سردار! اور پاسبانِ حرم! کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں اے واقف حال بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین فرزند کا نکاح ایک شریف خاندان، شریف خصلت زہری خاتون سے کیا ہے جس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔بچے کے والدین وفات پا گئے، لہٰذا میں اور اس کا چچا اب اس کے کفیل ہیں۔سیف نے کہا: "میری باتوں کو یاد رکھنا، بچے کو یہودیوں سے محفوظ رکھنا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں، اگرچہ ان کی رسائی بچے تک نہیں ہو گی۔بیشک میرے زمانہ اقتدار میں وہ مبعوث ہو جاتے ہیں تو میں سوار اور پیادوں سے ان کی مدد کرتا۔"[18]

دیکھا جائے تو ہجرت حبشہ جو اعلان نبوت کے بعد ہوئی اس کے لیے ایک پیش خیمہ تھا اور حبشہ والوں کی قلبی طور پر استقبال کے لیے تیاری کا موقع فراہم کرنا تھا۔

رضاعت:

حضور پاک ﷺ نے سب سے پہلے ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا اور بعدازاں جب آپ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ کے ساتھ ان کے قبیلے میں تشریف لے گئے تو ان کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے۔آپ کا دودھ پینے کا زیادہ وقت انہیں کے پاس گزرا ہے۔[19]

عرب کے شرفاء کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گردونواح کے دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے، جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دیہات کی صاف ستھری آب وہوا میں بچوں کی اچھی افزائش ہو جاتی تھی اور وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرتے ہوئے مکہ پہنچیں۔ دودھ کی کمی کے باعث کسی نے ان کو بچہ نہ دیا، ادھر حضور اکرم ﷺ کو یتیم سمجھ کر عورتوں نے قبول نہ کیا۔ حضرت حلیمہ نے خالی ہاتھ جانے سے بہتر یہی سمجھا کہ یتیم بچے کو ہی لے چلیں۔

یہاں سے ارھاصات نبوت کا سلسلہ حلیمہ سعدیہ کے مشاہدہ میں آنا شروع ہوتا ہے۔ وہ اپنے خیمہ میں لا کر جب آپ کو دودھ پلانے بیٹھیں تو باران رحمت کی طرح برکات کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ شان خداوندی کہ وہ عورت کہ جو ایک بچے کو سیر ہو کر دودھ نہ پلا پاتی تھیں اب دو بچے شکم سیر ہو کر دودھ پی رہے ہیں۔ یہی نہیں ادھر ان کی اونٹنی کے تھنوں میں بھی دودھ اتر آیا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نے خوب سیر ہو کر پیا۔

بعد ازاں جب سفر شروع ہوا تو وہی خچر جو چلنے سے قاصر تھا، اس قدر تیز چلنے لگا کہ کسی کی سواری اس کو نہ پہنچ پاتی تھی۔ برکات نبوت یہیں ختم نہ ہوئیں بلکہ سخت قحط کی حالت میں جہاں تمام جانوروں کے تھن خشک ہو چکے تھے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں خوب دودھ دیتی تھیں۔

حضور پاک ﷺ نے یہاں اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کی۔ اسی دوران شق صدر کا معجزہ پیش آیا۔[20]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر گھبرا گئے، وہ سمجھے کہ آپ ﷺ پر آسیب کا اثر ہوا ہے۔ وہ آپ ﷺ کو واپس آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ حضرت بی بی آمنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اس پر کسی جن یا شیطان کا اثر نہیں ہو سکتا ان کی بڑی شان ہے اور انہوں نے حضرت حلیمہ کو دوران ولادت پیش آنے والے حالات سنائے۔ البتہ حضور ﷺ کو آپ کی والدہ نے اپنے پاس روک لیا، یوں اب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس پرورش پانے لگے۔

اللہ تعالی نے اپنے حبیب کی تربیت و پرورش خود فرمائی ہے۔ اس دوران کئی ارھاصات نبوت کا ظہور بھی فرمایا جن کی حکمت یہ تھی کہ جو لوگ نبی ﷺ کی پرورش میں وسیلہ بنے انہیں بھی خوب اندازہ ہو جائے کہ ہم ظاہری طور پر جسے پال رہے ہیں ایسا نہیں بلکہ اس کی برکتوں سے خود مستفید ہو رہے ہیں۔ دوسروں کی اولاد کو پالنا اور پرورش کی مشقت کی وجہ سے دل میں کدورت کا آ جانا روز مرہ کا مشاہدہ ہے مگر حضور ﷺ کی پرورش کرنے والے جانتے تھے کہ ہم تو خود ان کے وسیلے سے پل رہے ہیں۔

شقِّ صدر کتنی بار ہوا اور اس کی حکمتیں:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ سورۃ الانشراح کی تفسیر میں لکھتے ہیں: آپ ﷺ کا سینہ مبارک چار مرتبہ چاک کرکے اس میں نور وحکمت بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ بنو سعد میں قیام کے دوران (جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا)۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہ سکیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دوسری مرتبہ سینہ

مبارک اس وقت چاک کیا گیا جب آپ کی عمر مبارک دس برس ہوئی۔اس وقت شق صدر کی حکمت یہ تھی کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ غارِ حرا میں قیام پذیر تھے اور اس وقت شق صدر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قلب مبارک میں نور و سکینت کو بھر دیا جائے تاکہ آپ ﷺ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔اور چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور نور و حکمتوں کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تاکہ آپ ﷺ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلّیوں اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔[21]

چاند کا آپ ﷺ سے باتیں کرنا:

آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے تو آپ کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ بچپن میں جب پنگھوڑے میں ہوتے تو چاند سے باتیں کیا کرتے تھے اور اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کرتے تو جس طرف آپ اشارہ کرتے چاند اسی جانب جھک جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا تھا۔[22]

دو جہانوں کے سردار کے لیے چاند کا کھلونا بن جانا کوئی امر بعید نہیں۔چاند کے ساتھ اس امر میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ جیسے اللہ پاک نے قرآن پاک کو آسمانوں پہ نازل فرما کر اہل آسمان پر اس کی جلالت قدر کو آشکار افرمایا اور ان کو قرآن پاک کی برکتوں سے مستفید فرمایا اسی طرح چاند کے ساتھ آپ ﷺ کے اس تعلق سے اجرام فلکی کو بھی فضائل نبوت سے حظ اٹھانے اور نبوت محمدی سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارض و سما میں آپ ﷺ کے تعارف اور اعلان نبوت کے لیے مختلف انتظامات فرمائے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ جس امانت کو اٹھانے سے انہوں نے انکار کیا تھا اس کے اٹھانے والا آگیا ہے۔

حضرت آمنہ کے ساتھ مدینہ کا سفر اور حضرت آمنہ کی مدینہ کے راستے میں وفات اور تدفین:

حضور پاک ﷺ کی عمر مبارک جب چھ سال ہو گئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے رشتہ داروں سے ملاقات کرانے یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں۔مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے دادا محترم کا ننھیال بنو عدی بن نجار میں تھا۔

آپ ﷺ کے والد محترم کی ایک باندی جن کا نام ام ایمن تھا، وہ بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھیں۔جب آپ لوگوں کا مختصر سا قافلہ واپس آرہا تھا تو راستے میں ابواء کے مقام پر حضرت بی بی آمنہ کی وفات ہو گئی اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو مکہ لے آئیں اور دادا محترم کے سپرد کیا، جنہوں نے انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی پرورش کی اس اثناء میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ عمر مبارک آٹھ برس ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب بھی انتقال فرما گئے۔[23]

بنظر عمیق دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کا آپ کو چھوڑ کر فوت ہو جانا بھی کسی اِرھاص سے کم نہیں۔ والد محترم کے سائے سے محروم تو تھے ہی اب والدہ ماجدہ کا سایہ شفقت بھی سر سے اٹھ گا۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ پروردگار لم یزل کی خصوصی تربیت و پرورش میں پروان چڑھ رہے تھے وہ ان سب ظاہری اسباب تربیت سے بے نیاز تھے۔والدین کی تربیت بندے کو

جن آسائشوں اور پیار و محبت کا عادی بنا دیتی ہے وہ اس تیاری میں حائل ہو سکتی تھی جو بطور نبی آئندہ آنے والی مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے منجانب اللہ کرائی جا رہی تھی۔ بچپن سے ہی آپ ﷺ زمانے کو حقیقی نظر سے دیکھنے لگے۔ابو طالب کی پرورش میں بھی زمانے نے یہی دیکھا کہ ابو طالب جیسے غریب آدمی آپ ﷺ کی برکت سے گزر بسر کر رہے ہیں نہ کہ وہ آپ ﷺ کی کفالت کرتے۔

حضور ﷺ کے پائے مبارک کی مقام ابراہیم کے ساتھ مماثلت:

بنی مدلج نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: "آپ محمد کی حفاظت کیجیے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم کے نشانِ قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے۔) کسی کا قدم نہیں دیکھا مگر حضرت محمد ﷺ کا نشان قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔[24]

یہ امر بھی آپ ﷺ کی نبوت کی ایک بشارت تھی۔ عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کے دعوے دار تھے اور کسی آدمی کا ان کے مشابہ ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ امانت جو ابراہیم علیہ السلام سے چلی تھی اس کا حقیقی امین آنے کو ہے۔

نجران کے پادری کی گواہی:

مشائخ واقدی سے روایت ہے کہ ہم ایک روز حجر اسود کے قریب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نجران کا پادری جو ان کا دوست تھا،ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں،جو بنی اسماعیل سے ہو گا یہ شہر مکہ اس کی ولادت گاہ ہے اور اس کی یہ علامات ہیں۔اتفاقاً اسی وقت نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ پادری نے آنکھوں،پشت اقدس اور قدم مبارک کو بغور دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔اس نے پوچھا:آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟انہوں نے جواب دیا: "یہ میرا فرزند ہے۔" پادری نے کہا: "نہیں ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد حیات نہ رہیں گے۔" حضرت عبدالمطلب نے کہا: "دراصل یہ میرا پوتا ہے اور اس کے باپ نے اس وقت وفات پائی جب کہ یہ حمل میں تھے۔" پادری نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے ہدایت فرمائی۔[25]

ابو طالب کے گھر خیر و برکت:

آپ ﷺ اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد اپنے چچا حضرت ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ حضور ﷺ سے ابو طالب کو بہت محبت تھی اور پھر جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی برکتیں اور معجزے دیکھے تو آپ ﷺ سے ان کی محبت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ابو طالب ایک غریب آدمی تھے انہیں اور ان کے گھر والوں کو دو وقت پیٹ بھر کھانا نہ ملتا تھا مگر جب حضور ﷺ آپ کے دستر خوان میں شریک ہوئے تو کھانا تھوڑا بھی ہو تو سب سیر ہو کر اٹھتے تھے۔اگر دودھ ہوتا تو پہلے اس میں سے رسول اللہ ﷺ پی لیتے اور پھر وہ پیالہ ابو طالب کے بیٹے اٹھاتے اور دودھ پیتے تو ایک ہی پیالہ سے وہ سارے سیر ہو جاتے۔لوگ ابو طالب کے پاس بارش کے لیے دعا کروانے آتے،وہ آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتے تو منجانب اللہ بارش کی برسات ہو جاتی۔اسی کی طرف ابو طالب نے اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے کہ

"وابیض یستقی الغمام بوجھہ   ثمال الیتامی عصمة للارامل"[26]

بحیراء راہب سے ملاقات:

شام کے سفر میں آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ تھے راستے میں آپ کی ملاقات دو عیسائی راہبوں سے ہوئی اور

دونوں نے آپ ﷺ کے نبی اور برگزیدہ ہونے کی پیش گوئی کی۔اس کے بعد یہ قافلہ جب بصری شہر پہنچا جہاں بحیراء راہب اپنی خانقاہ میں رہتا تھا، جس کا نام جرجیس تھا۔ جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تھا تو بحیراء نے قافلے میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا تھا کہ لوگوں کے درمیان آپ پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر جب یہ قافلہ ایک درخت کے نیچے آ کر ٹھہرا تو اس نے بادل کے اس ٹکڑے کی جانب دیکھا جس کا سایہ اب درخت کے اوپر پڑ رہا تھا اور درخت بھی اپنی شاخیں ادھر ہی جھکا رہا تھا جدھر آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔

بحیراء راہب نے آنحضرت ﷺ کی یہ شان دیکھی تو اس نے قریشیوں کے پاس کہلایا:

"اے گروہ قریش! میں نے آپ لوگوں کے لیے کھانا تیار کرایا ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ میں سے تمام لوگ کھانا کھانے کے لیے یہاں آئیں۔"

جب سب لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو چکے اور اِدھر اُدھر ہو گئے تو بحیراء آپ ﷺ کے پاس آیا اور بولا:

"میں آپ سے لات اور عزّیٰ کے نام پر چند باتیں پوچھتا ہوں اور جو کچھ میں پوچھوں آپ اس کے متعلق مجھے بتلائیں۔آپؐ نے فرمایا: لات و عزّیٰ کے نام پر مجھ سے کوئی بات مت پوچھو، کیونکہ خدا کی قسم مجھے سب سے زیادہ ان ہی سے نفرت ہے۔" بحیراء نے کہا: "تب پھر خدا کے نام پر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں پوچھوں تم مجھے اس کے متعلق بتلانا"۔آپ نے فرمایا: "پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" اب بحیراء نے آپؐ سے آپؐ کی مختلف باتوں کے متعلق پوچھنا شروع کیا آپؐ کے سونے کے متعلق، آپؐ کی عادتوں اور آپؐ کے طور طریقوں کے متعلق پوچھا، آنحضرتؐ اس کو جواب دیتے رہے۔آپؐ کے تمام جوابات ان ساری علامتوں کے مطابق تھے جو نبی آخر الزماں کے متعلق بحیراء جانتا تھا۔اس کے بعد بحیراء نے آپ کی کمر کھولی اور مہر نبوت کو بھی بالکل ویسا ہی پایا جیسا اس نے پڑھا تھا۔اس نے فوراً مہر نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔

مہر نبوت اور اس کی حکمت:

ختم نبوت حضور ﷺ کی پشت مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر سرخ ابھرا ہوا گوشت تھا۔یہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانیت سے بھرپور تھا۔سابقہ کتابوں میں اس مہر کو آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر کیا گیا تھا۔

صاحب الروض الانف لکھتے ہیں کہ مہر نبوت کی حکمت یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کا دل حکمت اور یقین سے بھر دیا گیا تو اس پر مہر لگا دی گئی جیسے کہ خوشبو اور موتیوں کے ظرف کو بھرنے کے بعد لگا دی جاتی ہے۔اور اس مہر کو دونوں کندھوں کے درمیان لگانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ انسان کے جسم کا وہ مقام ہے جہاں سے شیطان انسان کو وسوسہ دیتا ہے اس مہر کی وجہ سے حضور ﷺ کو وساوس سے پاک کر دیا گیا تھا۔[27]

اس کے بعد ابو طالب شام میں تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہ آپ کو لے کر واپس مکہ پہنچے اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ کے چچا نے راستے سے ہی اپنے کسی لڑکے کے ساتھ آپؐ کو مدینے بھیج دیا تھا۔[28]

بحیراء راہب سے ملاقات کے دوران ظاہر ہونے والے ارھاصات:

۱۔ بادلوں کا آپ پر سایہ فگن ہونا

۲۔ درخت کی شاخوں کا آپ کی طرف جھک کر آپؐ پر سایہ کرنا

۳۔ بحیراء کا آپؐ میں نشانیوں کا پا لینا

۴۔ رومیوں کا آپؐ کی تلاش اور نقصان پہنچانے کی غرض سے سفر کرنا اور بحیراء کے سمجھانے پر اپنے ارادے سے باز رہنا۔

حرب فجار:

یہ لڑائی ماہ محرم میں ہوئی اسی لئے اسکا نام جنگ فجار مشہور ہوا۔ کیونکہ اہل عرب کے عقیدہ کے موافق محرم الحرام میں لڑنا سخت گناہ کا کام تھا اور اس مہینہ میں جاری شدہ لڑائیاں بھی ملتوی ہو جاتی تھیں۔ آپ ﷺ کو خود کسی سے مقابلہ اور قتال کا موقع نہ ملا۔ اس لڑائی میں اول تو بنو ہوازن غالب نظر آتے تھے۔ بالآخر بنو کنانہ غالب اور قبائل قیس مغلوب ہوئے۔ ابن خلدون کی روایت کے موافق حرب فجار کے وقت آپ ﷺ کی عمر دس برس کی تھی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حرب فجار ۵۸۱ء میں ہوئی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر پندرہ برس تھی۔[29]

اس لڑائی میں شرکت کے وقت آپ ﷺ عمر مبارک کے اس حصہ سے گزر رہے تھے جس میں عام طور پر لوگ جوش و جذبہ اور عصبیت سے بھرپور ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس موقع پر قتل و قتال سے محفوظ رکھا۔ مگر اس کے برعکس چچاؤں کی مدد مشکل میں ذوی الارحام کے ساتھ حسن سلوک کا مظہر تھا۔

آپ ﷺ نے نبوت کے بعد بہت سی جنگیں کفار کے ساتھ لڑی۔ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو حرب فجار میں شرکت ان اسلامی جنگوں کے لیے ایک عملی مشق کے طور پر تھی۔ صحابہ کرام جو آپ ﷺ کے لشکر کے سپاہی تھے خوب جانتے تھے کہ ہماری کمان کسی نوخیز اور جنگوں سے ناتجربہ کار کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ایک مشاق حکیم اور فنون حرب کے ماہر کے ہاتھ میں ہے جو عملی طور پر عرب کی مشہور اور بڑی جنگوں کا چشم دید اور تجربہ کار ہے۔

حلف الفضول:

حلف الفضول سے چند ماہ پیشتر حرب فجار کا واقعہ پیش آیا، یہ معرکہ عربوں کی روایتی عصبیت کا مظہر تھا، آں حضور ﷺ کو بھی خاندانی مروت اور صلہ رحمی کے جذبہ کی بنا پر اس جنگ میں شریک ہونا پڑا، سیرت نگاروں کی تصریح کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں کے اصرار پر اس جنگ میں حصہ لیا اور صرف اس قدر کہ آپ نے اپنے چچاؤں کا محض دفاع کیا۔ اسی دور میں آپ ﷺ کے ایک چچا زبیر بن عبد المطلب اور بعض دوسرے سرداروں نے مروجہ قبائلی تعصب سے علیحدہ ہو کر مظلوموں کی حمایت و نصرت کے عنوان سے مکہ مکرمہ کے باشندوں کا ایک اتحادی فورم بنایا تو آپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ اس اتحاد میں شمولیت اختیار کی اور اسی کو "حلف الفضول" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مذہب اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کے عادلانہ نظام حکومت کے قیام کے بعد بظاہر حلف الفضول جیسے کسی اتحاد کی کوئی معنویت باقی نہیں رہتی ہے؛ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ حضور پاک ﷺ نے زمانہ اسلام میں بھی نہ صرف اس معاہدہ کا تذکرہ فرمایا بلکہ اس قسم کی دعوت پر لبیک کہنے کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا۔، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں منعقد ہونے والے معاہدہ میں شریک تھا، اگر زمانۂ اسلام میں بھی مجھ کو اس کا واسطہ دے کر بلایا جائے تو میں ضرور حاضر ہوں گا۔ مکہ کے لوگوں نے لٹے پٹے لوگوں کو ان کا چھینا ہوا مال واپس دلانے کی لیے یہ معاہدہ کیا اور یہ مقصد بھی تھا کہ کوئی ظالم کسی کو مظلوم نہ گردانے۔

کتب سیرت میں وارد بعض روایتوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس اتحاد کے عوض مجھ کو سرخ اونٹ لینا منظور نہیں۔[30]

بناء کعبہ میں آپ کی شرکت:

بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے جب کعبہ مشرفہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود کو نصب کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تکوینی طور پر حضور ﷺ کو حکم بنایا گیا تو آپ ﷺ نے اس قضیہ کا یہ حل تجویز فرمایا کہ آپ نے ایک چادر منگوائی اور حجر اسود کو اس پر رکھ کر تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ اپنے قبیلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اس چادر کے ایک کونے کو پکڑیں، تاکہ کوئی قبیلہ اس شرف سے محروم نہ رہ سکے۔اس فیصلہ کو سب نے پسند کیا اور جب سب نے حجر اسود کو اٹھا کر نصب کے مقام کے قریب کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے اٹھا کر جگہ پر نصب کر دیا۔[31]

اللہ پاک کی منشاء یہی تھی کہ حجر اسود صاحب فضیلت کے ہاتھوں سے نصب ہو اور اہل عرب بھی جانتے تھے کہ یہ امر عظیم ہے اور جس کے ہاتھ سے یہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا وہ گویا منجانب اللہ اس کام کے لیے منتخب ہو گا۔خود عربوں سے ہی ایسا فیصلہ کروا کر اپنے حبیب کو یہ فضیلت عطا کرنا ایک اشارہ تھا کہ کل کو جب آپ نبوت کا اعلان فرمایں تو یہ لوگ سمجھ جائیں کہ حجر اسود کی تنصیب اس ہاتھ سے ہونا نبوت کی پیش بندی تھی۔

تحنث اور رؤیائے صادقہ:

غار حرامیں علیحدگی اور مسلسل سوچ و فکر نے آپ ﷺ اور آپ کی قوم کی سوچوں میں بہت دوری پیدا کر دی تھی۔آپ اپنی قوم کے شرکیہ عقائد کے کسی صورت قائل نہ تھے، لیکن اس کے برعکس کوئی واضح راستہ بھی آپ ﷺ کے سامنے نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے تنہائی اختیار کرلی۔آپ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوتی گئی اور تنہائی و خلوت بڑھتی گئی۔آپ ﷺ مکہ سے تین میل دور جبل نور میں ایک غار، غار حرامیں تشریف لے جاتے اور غور و فکر میں مشغول رہتے۔آپ کی یہ عبادت جو غور و فکر کی صورت میں ہوتی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس غور و فکر کے مشابہہ تھی جو انہوں نے بھی نبی بننے سے قبل اختیار کیا تھا۔آپ ﷺ نے پانچ برس تحنث اختیار کیے رکھا۔

پانچ سال کا وقت شوق عبادت اور غور و فکر میں صرف ہوا اور آخری چھ مہینے تو آپ ہمہ تن خلوت نشینی میں مصروف رہے اور انہی چھ ماہ میں آپ ﷺ کو سچے خواب بھی دکھائے جاتے رہے جنہیں مبشرات کے نام سے جانا جاتا ہے کہ جو کچھ آپ رات کو دیکھتے دن کو اپنی کھلی آنکھوں اسے ہوتا دیکھ لیتے تھے۔ان سچے خوابوں کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بھی کہا جاتا ہے۔

اس خلوت کا مقصد آپ ﷺ کو زمانے کی کثافتوں سے دور کرکے وحی کے قبول کرنے کے لیے تیار کرنا تھا اور آپ کو ایسی استعداد کا مہیا کرنا تھا جو علوم وحی کو اپنے اندر سمو سکے۔سچے خواب جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ تھے ان کا مقصد منجانب اللہ پیغامات کے حصول کا عادی کرنا تھا۔

نتائج بحث:

ارھاصات، نبوت کے مقدمات کے طور پر وقوع پذیر ہونے والے خوارق کو کہا جاتا ہے۔حضور پاک ﷺ کی بعثت سے قبل بھی ایسے بہت سے خوارقِ عادت امور کا ظہور ہوا۔ان خوارق کی مندرجہ ذیل اقسام کی جا سکتی ہیں:

ا۔اہل کتاب کے راہبوں کی طرف سے ان کی کتابوں کے حوالے سے کی جانے والی پیش گوئیاں۔

۲۔ عرب میں پیش آنے والے واقعات و حوادث۔

۳۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ پیش آنے والے خصوصی حالات۔

۴۔ خواب (آپ نے خود بعثت سے پہلے یا کسی نے آپ کے بارے میں دیکھے ہوں)

اہل کتاب سابقہ نبوت کے وارث تھے اور نبوت محمد یہ پر ایمان کے مخاطب بھی تھے۔آپ ﷺ کی بعثت سے قبل ان کی طرف سے کی جانے والی پیش گوئیاں خود ان کے حق میں اتمام حجت تھا کہ جس نبی کے آنے کی تم خبریں بیان کرتے رہے یا تمہارے اکابرِ رہبان نے خود حضور ﷺ کی ذات اقدس کو بحیثیت نبی قبل نبوت بھی پہچان لیا تھا اب نبوت ملنے کے بعد انکار عصبیت اور استکبار کے سوا کچھ نہیں جو کھلی گمراہی ہے۔

حضور ﷺ عرب میں سے تھے اس اعتبار سے قرآن و نبوت کے اولین مخاطب عربی ہی تھے۔اہل عرب کے ساتھ پیش آنے والے واقعات نبوت محمدیہ کے قبول کرنے کی تمہیدات تھیں مثلاً حضور ﷺ کے دادا کی عربوں میں مسلمہ حیثیت، واقعہ فیل، حجر اسود کی تنصیب آپ ﷺ کے اخلاق و کردار وغیرہ کی وجہ سے حضور ﷺ کی خصوصی حیثیت عربوں میں مسلم تھی۔ایسی شخصیت کی طرف سے دعویٰ نبوت کا ہونا مخاطبین کے لیے اسے ماننے کو کتنا آسان کر دیتا ہے۔اس اعتبار سے یہ اللہ پاک کا مخاطبین دعوت پر بہت بڑا احسان بھی تھا۔

نبوت محمدی کے حوالے سے آپ ﷺ نے یا کسی دوسرے نے جو خواب دیکھے (مثلاً آپ کے دادا نے یا کسریٰ نے) یہ بھی مقدمات بعثت کی ایک کڑی تھی۔قدیم دور میں لوگ خوابوں اور ان کی تعبیروں پر بہت یقین رکھتے تھے اور ان کے نزدیک خواب بھی ایک ذریعہ و وسیلہ تھا کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے کا۔لہٰذا اللہ پاک نے اپنے حبیب کی نبوت کو اس ذریعے سے بھی ثابت فرما دیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

سفارشات:۔

ارھاصات چونکہ قبل از نبوت پیش آنے والے امور ہوتے ہیں اور اس دور کی روایات کے نقل میں اس طرح کی احتیاط جو کہ بعد از نبوت فرامین نبوی کے نقل کرنے میں برتی جاتی تھی کا نہ ہونا ایک فطری امر تھا۔اس لیے بہت سے واقعات کی صحت پر کلام بھی کیا گیا ہے۔اس حوالے سے کوئی محقق اگر روایات کی صحت کی جانچ کر کے مرتب کرے تو اس دور کا مستند خاکہ امت کے سامنے آ سکتا ہے۔

مختلف سیرت نگاروں کے ارھاصات کے بیان میں مختلف طرز عمل کا تقابلی جائزہ کر کے اس عنوان کو مزید نکھارا جا سکتا ہے۔اس حوالے سے علامہ سُہیلی کی الروض الانف، علامہ ذہبی کی السیرۃ النبویۃ اور علامہ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ کا تقابلی مطالعہ انتہائی مفید ہو گا کہ اس سے ۵۸۱ھ سے ۹۱۱ھ تک کے رجحانات کا جائزہ لیا جا سکے گا۔

مقالہ ھذا بعد از ولادت مبارکہ کے ارھاصات پر مشتمل ہے۔زمانہ قبل از ولادت نبوی کے ارھاصات پر تحقیقی کام اس دور کے ارھاصات اور ان کی حکمتوں سے پردہ اٹھانا بھی سیرت کے میدان میں ایک اہم اضافہ ہو گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] زبیدی، سید محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی، تاج العروس، الجزء السابع عشر۔(مطبعۃ الحکومۃ الکویت) تحقیق: ابراہیم الترزی، صفحہ: ۶۰۶

Al Zubaydī, Muḥammad Murtaẓā Al Ḥusaynī, *Tāj al 'Urūs*, (Kuwait: Maṭba'ah al Ḥukūmah), 17: 606

[2] جرجانی، علامۃ علی بن محمد السید الشریف، معجم التعریفات۔(دار الفضیلہ، مصر، ۲۰۰۴ء)، صفحہ: ۱۷

Al Jurjānī, 'Al ī bin Muḥammad, *Mu'jam al Ta'rīfāt*, (Egypt: Dār al Faḍīlah, 2004), p: 17

[3] تھانوی، محمد اعلیٰ تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، المحقق، رفیق العجم۔ علی دحروج۔(مکتبۃ لبنان، لبنان، ۱۹۹۶ء)، صفحہ: ۱۴۱

Al Thānavī, Muḥammad A'la, *Kashāf Iṣṭilāḥāt al Funūn wal 'Ulūm*, (Lebanon: Maktabah Lubnān, 1996), p: 141

[4] تاج العروس، الجزء العاشر، صفحہ: ۱۸۴۔

Tāj al 'Urūs, 10: 184

[5] سورۂ روم: آیت: ۴۶

Sūrah al Rūm, 64

[6] تاج العروس، الجزء العاشر، صفحہ: ۱۹۶

Tāj al 'Urūs, 10: 196

[7] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۷ھ، حدیث: ۶۵۸۹

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Ṣaḥīḥ Al Bukhārī*, (Beirut: Dār ibn al Kathīr, 3rd Edition, 1407), Ḥadīth # 6589

[8] ابن حجر، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، فتح الباری۔(ناشر دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ھ)۔ جلد: ۱۲، صفحہ: ۳۷۶

Ibn Ḥajar al 'Asqalānī, *Fatḥ al Bārī*, (Beirut: Dār al Ma'rifah, 1379), 12: 376

[9] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، طبع ثانی، ۱۹۵۵ء، جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۸

Ibn Hishām, 'Abd al Malik, *Al Sīrah al Nabaviyyah*, (Egypt: Maktabah Muṣṭafa al Bābī al Ḥalabī, 2nd Edition, 1955), 1: 158

[10] الروض الانف، ۱: ۲۹۴

Al Rawḍ al Anaf, 1: 294

[11] المواہب اللدنیۃ: جلد: ۱، صفحہ: ۷۶۔۸۹؛ الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۷۲۔۸۵

Al Maw ā hib al Ladunniyah, 1: 76 – 89. *Al Khaṣā'iṣ al Kubra*, 1: 72 - 85

[12] الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۸۰۔۸۵

Al Khaṣā'iṣ al Kubra, 1: 80 - 85

[13] الحلبی، علی بن ابراہیم، السیرۃ الحلبیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع ثانی، ۱۴۲۷ھ، جلد: ۱، صفحہ: ۷۰

Al Ḥalabī, 'Alī bin Ibrāhīm, *Al Sīrah al Ḥalabiyyah*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 2nd Edition, 1427), 1: 70

[14] ایضاً: جلد: ۱، صفحہ: ۱۰۳

Ibid., 1: 103

[15] السیرۃ الحلبیۃ: جلد: ۱، صفحہ: ۸۱

Al Sīrah al Ḥalabiyyah, 1: 81

[16] محمد بن عمر الحضرمی، حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، دار الحاوی، بیروت، ۱۹۸۸ء، طبع اولی، ص: ۳۳۔ عبد اللہ بن محمد

التمیمی، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ، دار السلام، ریاض، طبع اولی، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۶۔ الروض الانف، جلد: ۱، صفحہ: ۷۰

Al Ḥaḍramī, Muḥammad bin ʻUmar, *Ḥadāʻiq al Anwār wa Maṭāli' al Anwār fī Sīrah al Nabī al Mukhtār*, (Beirut: D ā r al Ḥ ā w ī, 1988, 1st Edition), p: 33. ʻAbdullah bin Muḥammad al Tamīmī, *Mukhtaṣar Sīrah al Rasūl*, (Riyādh: Dār al Salām, 1st Edition, 1997), p: 16. *Al Rawḍ al Anaf*, 1: 70

17 الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۸۰۔۸۵

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 80 - 85

18 الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۸

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 138

19 محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی، مدارج النبوۃ (شبیر برادرز، لاہور)، جلد: ۲، صفحہ: ۱۸

Al Dehlavī, ʻAbd al Ḥaq, *Madārij al Nabuwwah*, (Lahore: Shabbir Brothers), 2: 18

20 مدارج النبوۃ، جلد: ۲، صفحہ: ۲۱

Madārij al Nabuwwah, 2: 21

21 الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۹۲

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 92

22 الخصائص الکبری: جلد: ۱، صفحہ: ۹۱

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 91

23 الروض الانف: جلد: ۲، صفحہ: ۱۱۹۔۱۲۰

Al Rawḍ al Anaf, 2: 119, 120

24 الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۷

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 137

25 الخصائص الکبریٰ: جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۷

Al Khaṣāʻiṣ al Kubra, 1: 137

26 سیرت حلبیۃ: جلد: ۱، صفحہ: ۱۶۹۔۱۷۰

Al Sīrah al Ḥalabiyyah, 1: 169, 170

27 الروض الانف، ۱/ ۲۹۴

Al Rawḍ al Anaf, 1: 294

28 السیرۃ الحلبیۃ: جلد: ۱، صفحہ: ۱۷۲۔۱۷۷

Al Sīrah al Ḥalabiyyah, 1: 172 - 177

29 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۳۹۵ھ، ۱ : ۲۵۵۔۲۵۷

Ibn al Kathīr, Ismāʻīl bin ʻAmar, *Al Sīrah al Nabaviyyah*, (Beirut: Dār al Ma'rifah, 1395), 1: 255 - 257

30 السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: جلد: ۱، صفحہ: ۲۵۷۔۲۶۱

Al Sīrah al Nabaviyyah, 1: 257 - 261

31 السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: جلد: ۱، صفحہ: ۲۷۰۔۲۸۱

Al Sīrah al Nabaviyyah, 1: 270 - 281